مطبوعات

انسانیت کی تعمیرِ نو اور اسلام | تالیف: پروفیسر عبدالحمید صدیقی۔ شائع کردہ: مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی (پاکستان) اچھرہ۔ لاہور۔ قیمت مجلد ساڑھے تین روپے۔

فاضل مولف نے اس کتاب میں اُس طبقہ کو مخاطب بنایا ہے جو ان کے اپنے الفاظ میں مغربی افکار و خیالات سے صرف مرعوب ہی نہیں بلکہ مغلوب بھی ہے۔ اس طبقے کی یہ مخصوص ذہنی حالت چونکہ اسلامی شعور سے بہرہ اندوز ہونے میں مانع ہوتی ہے۔ اس لیے دعوتِ اسلامی کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ جدید طبقہ کو اس ذہنی حالت سے نکالا جائے۔ یہ خدمت اس کتاب کے مؤلف نے انجام دی ہے۔ وُہ خود اپنا مقصد یوں بیان کرتے ہیں کہ "مجھے ان کو یہ احساس دلانا ہے کہ جن نظریات پر تم اس قدر فریفتہ ہو چکے ہو اب یورپ میں ان کے بارے میں ایک بیزاری پائی جاتی ہے"۔ اس مقصد کے لحاظ سے یہ کتاب اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اور بڑی حد تک کامیاب۔ اس کتاب میں جدید مغربی تہذیب کی فکری بنیادوں اور اس کے اجزائے ترکیبی کو باوجود اجمال کے بخوبی واضح کیا گیا ہے محض واضح ہی نہیں کیا گیا بلکہ ساتھ کے ساتھ ایک صاحبِ فکر و دعوت مولف کی طرح قاری کے اندر ناقدانہ طرزِ فکر ابھارنے کا اہتمام رکھا گیا ہے۔ اس مادہ پرستانہ دور کے مختلف نظاموں۔ جمہوریت، سرمایہ داری، اشتراکیت، آمریت سب کی کمزوریوں اور مفاسد کو نمایاں کر دیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب کا مطالعہ وسیع ہے چنانچہ ان کی اس مختصر سی کتاب میں بہت سارے اچھی اچھی کتابوں کی رُوحِ معنی سے حصّہ ملتا ہے اور مغرب کے اصلاح پسند اصحابِ فکر و تحقیق سے ہم ذہنی ملاقات کر سکتے ہیں۔

تمام جوم بازیہ تعمیرِ جہانِ نیز" کے عنوان سے آخری باب اسلام کی طرف مثبت دعوت دینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ اس باب میں اسلام کا محض ایک اجمالی سا تعارف ملتا ہے:۔ اصل میں

مؤلف کے منصوبہ کے لحاظ سے کتاب کا اصل مدعا وہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آخری باب محض اس ضرورت سے لکھا گیا ہے کہ قاری کتاب پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو ایک تاریک خلا میں نہ پائے، بلکہ اس کے سامنے تفکر کا ایک مثبت راستہ کھول دیا جائے۔ (ا ن ۔ ص)

منشور اسلام THE: MANIFESTO OF ISLAM.

تالیف:- ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی۔ شائع کردہ: دین محمدی پریس، میکلوڈ روڈ کراچی، پاکستان ۔ قیمت: مجلد چھ روپے۔

کتاب کے مصنف پاکستان کے علمی حلقوں میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ اس سے پیشتر اُن کی متعدد کتابیں خصوصاً IDEOLOGY OF THE FUTURE اور "قرآن اور علم جدید" اصحاب فکر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک سلجھے ہوئے انداز میں تعلیمات اسلامی کو پیش کیا ہے۔ انہوں نے بڑی دیدہ وری سے اس امر پر بحث کی ہے کہ انسان نہ تو معاشی حیوان ہے اور نہ ہی اس کے اعمال کا محرک صرف صنفی جذبہ ہے، بلکہ وہ ہمیشہ سے ایک بلند نصب العین کا طالب رہا ہے۔ نصب العین کی محبت نے اس کے اندر سعی و عمل کا احساس پیدا کیا، اُسے حیات جاوداں بخشی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس بات کو بھی اچھی طرح واضح کیا ہے کہ نصب العین کا مزاج سراسر توحیدی ہے وہ اپنے ساتھ کسی دوسرا شریک گوارہ نہیں کرتا۔ جب ایک شخص یا قوم کسی نصب العین کو دل و جان سے اپنا لیتی ہے تو پھر زندگی کا کوئی گوشہ اس سے آزاد نہیں رہ سکتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس سلسلہ میں یہ بھی بتایا ہے کہ کسی نصب العین سے محبت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے مخلصانہ جدوجہد کی جائے۔ اس ضمن میں جو خلا محسوس ہوتا ہے وہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے ایک صحیح نصب العین کو اپنانے کے فوائد اور ایک غلط نصب العین کو اختیار کرنے کے نقصانات پر تو پوری طرح بحث کی ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ لوگ غلط نصب العین کیوں اختیار کرتے ہیں۔ نصب العین کی بحث کے بعد جو کافی عمدہ ہے، فاضل مصنف نے بڑی خوبی سے اسلام کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی ہے اور اس معاملہ میں جدید تقاضوں کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں تبصرہ نگار کو ایک چیز جو سب سے زیادہ کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب

معاشرتی ارتقا کے نظریہ (THEORY OF SOCIAL EVOLUTION) سے کافی متاثر نظر آتے ہیں اور اس بنا پر وہ یقین رکھتے ہیں کہ دنیا مجبوراً اسلام کی طرف آ رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پچھلے چند سالوں کے واقعات نے انسانیت کو سخت پریشان کر رکھا ہے اور وہ اپنے مستقبل کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ تاریخ کی جبری حرکت انسانیت کو اضطراراً اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دے گی، ٹھیک نہیں۔ معاشرتی ارتقاء کا نظریہ جن خدا ناشناس فلسفوں پر قائم ہے، وہ کسی صاحبِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ پھر اس فلسفہ میں جو فکری لغزشیں پائی جاتی ہیں، اور اس نے یورپین اخلاق کو جس بُری طرح متاثر کیا ہے وہ بھی ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے۔ لیکن یہ بات موجبِ حیرت ہے کہ ہمارے ہاں بہت سے متکلّمین دانستہ یا نادانستہ اس پر یقین کر بیٹھے ہیں۔

تاریخ بے شک چند بے ربط حالات و واقعات کا مجموعہ نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انسانی فکر و عمل ہمیشہ سے صرف ایک ہی منزل کی طرف مجبوراً بڑھ رہے ہیں ہیگل کے اس نظریہ کی اسلام تو تائید نہیں کرتا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب نے حیاتِ انسانی کے اس دوران عمل نظریات میں مصالحت کرانے کی کوشش کی ہے اس لیے ان کے فکر میں اچھا خاصا الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں اسلامی تعلیمات کو مغربی نظریات سے مطابقت دینے کے لیے بعض اوقات ایسی دور از کار تاویلیں کرنا پڑی ہیں۔ جن پر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جس بحث کو انہوں نے صفحہ ۱۱۹ سے شروع کر کے ۱۲۹ پر ختم کیا ہے، اس میں پریشان خیالی سب سے نمایاں ہے۔

تبصرہ نگار اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ معاشرتی ارتقاء کے نظریہ کو کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ اسے ڈاکٹر صاحب کے طرز فکر سے بنیادی اختلاف یہی ہے، اگرچہ بعض دوسرے مقامات پر بھی مغربی افکار سے مصنف کی مرعوبیت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً مسئلہ تعدد ازدواج پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے اپنے پاس سے یہ بات بڑھا دی ہے کہ ایک مرد نکاح ثانی اسی وقت کر سکتا ہے جب کہ اس نے اپنی پہلی بیوی سے اجازت حاصل کر لی ہو۔ اس قسم کی کوئی قید قرآن و سنت میں موجود نہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے اضافہ ہے۔ ان اختلافات کے

باوجود ہم کہہ سکتے ہیں کہ کتاب میں کافی کام کی باتیں بھی لکھی گئی ہیں۔

طباعت کا معیار پاکستان کے حالات کے پیش نظر بالکل مثالی ہے۔ البتہ کہیں کہیں الفاظ غلط چھپ گئے ہیں۔ (ع ح ص)

معیارِ حکمت تالیف: مولانا عزیز الحق کوثر ندوی، صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم، بنارس

طباعت۔ علمی پریس، بنارس۔ قیمت درج نہیں

اہلِ عرب اسلام کی دولت سے مالامال ہونے کے بعد، نہ صرف دنیا کے دُور دراز گوشے میں پھیلے بلکہ انھوں نے زندگی کے ہر میدان میں حیرت انگیز ترقی کی۔ یہ ترقی اگر ایک طرف سیادت و قیادت میں تھی تو دوسری طرف علم و حکمت میں بھی تھی۔ چنانچہ جہاں مسلمانوں نے تفسیر، فنِ حدیث، سیرت اور فقہ کے بیش بہا خزانے انسانیت کے ترکہ میں چھوڑے وہاں انھوں نے بنی نوع انسان کو فلسفہ، منطق کے اسرار و رموز بھی سمجھائے۔

مسلمانوں کے عروج سے پہلے یونانیوں کے ہاں منطق میں استخراجی طریق۔ DEDUCTIVE METHOD) رائج تھا۔ مسلمان فلاسفر نے جب کلاسکی سکون آفرینی کے نظریہ کی جگہ حرکت اور حرارت کے اصول کو زندگی کا رہبر بنایا تو اس سے انھوں نے منطق کے مروجہ طریقہ میں بھی تبدیلی پیدا کی۔ انھوں نے اہلِ حکمت کو بتایا کہ صرف استخراجی طریق پر اعتماد کر لینا درست نہیں اور اس سے صحیح نتائج نہیں اخذ کئے جا سکتے اس لئے انھیں اس طریقہ کے ساتھ ساتھ استقرائی (INDUCTIVE) طریقِ فکر سے بھی کام لینا چاہیئے۔ نظّام، ابنِ تیمیہ، ابن حزم، البیرونی، الکندی، جاحظ، ابنِ مسکویہ اور ابنِ خلدون نے اپنے افکار کی تعمیر میں ان دونوں سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نظریات میں وہ ابہام محسوس نہیں ہوتا جو یونانیوں کے ہاں پایا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے تنزل کے ساتھ ساتھ وہ علوم و فنون بھی آہستہ آہستہ مٹتے چلے گئے اور ان کی یاد بھی اب دلوں سے محو ہوتی جا رہی ہے۔ معیارِ حکمت نے جو مولانا عزیز الحق کی کئی سالوں کی عرق ریزی کا نتیجہ ہے بیتے دنوں کی یاد تازہ کر دی ہے۔ اس کتاب میں بڑی عمدگی سے منطق کے استخراجی اور استقرائی

طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔ منطق پر عہد حاضر میں اُردو میں کئی اور رسالے بھی نکل چکے ہیں مگر اس بسط و شرح کے ساتھ اس فن کے مسائل کا کسی میں احاطہ نہیں کیا گیا۔ طرزِ تفہیم نہایت سادہ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس ساری بحث میں بنیادی فکر ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا رہا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران میں صرف دو چیزیں تبصرہ نگار نے محسوس کی ہیں ایک تو یہ کہ منطق پر کتاب لکھنے کے لیے اسلوب نگارش شاعرانہ اختیار کیا گیا ہے۔ منطق ایک ایسا علم ہے جس کے ڈانڈے ریاضی سے ملتے ہیں۔ اس لئے الفاظ کے انتخاب میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ امثال کی کمی کا بھی کہیں کہیں شدید احساس ہوتا ہے۔ کتابت اور طباعت کا معیار گوارا ہے

(ع، ح، ص)

اعجاز القرآن فی تجوید الفرقان | مرتبہ۔ قاری سید محمد عنایت علی میرٹھی۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتہ:۔ ادارۂ تبلیغ القرآن مع التجوید ڈرگ روڈ کالونی بلاک نمبرا پلاٹ ۱۴/۱ کراچی

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، یہ کتاب فن تجوید پر مشتمل ہے اور اس میں قرآنی الفاظ کے مخارج، ادا کرنے کا طرز، اور ان میں حسن و جمال پیدا کرنے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ مرتب نے کتاب کو وسعت دے کر اوقاف، رموز اور عثمانی طرز تحریر سے متعلق ذخیرۂ معلومات شامل کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ فنِ تجوید، علم ادغام، علم قرأت اور علم رسم عثمانی وغیرہ کی اہمیت محض اتنی ہی نہیں کہ ان سے قرآن کریم کے الفاظ کی صحت اور نشست و برخاست کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے، بلکہ ان کی تاریخی اہمیت بھی ہے۔ کتاب اللہ کے الفاظ و حروف کا جو املا آج کل متداول ہے، اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے لے کر ہم تک بجنسہٖ تواتر کے ساتھ پہنچانے میں ان علوم کا بہت بڑا دخل ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ موجودہ عربی زبان کا طرزِ کتابت قرآن کے رسم الخط کی نسبت کافی تبدیل ہو چکا ہے۔ مثلاً قرآن میں جمع مونث سالم کا الف ہمیشہ اوپر لکھا جاتا ہے جیسے مؤمنٰت، محصنٰت مگر مروجہ رسم الخط میں اسے ہمیشہ مومنات اور محصنات لکھیں گے۔ اس طرح کے بے شمار تغیرات واقع ہو چکے ہیں۔ اگر ملتِ اسلامیہ پر ان علوم کا دباؤ نہ ہوتا تو متجددین کا

بجرد گردہ قرآن کے رسم الخط کو تبدیل کر دینے اور پھر اس کے اندر تحریفانہ دخل اندازی کرنے سے گریز نہ کرتا۔ مصنف نے مقدمہ کتاب میں کتاب کی تالیف و اشاعت کا محرک یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے عام طور پر مسلمان مردوں اور عورتوں کو قرآن غلط پڑھتے سنا ہے۔ مصنف کا یہ خیال بالکل بجا ہے، دین سے عدم توجہی کے باعث اب مسلمانوں میں قرآن صحیح طور پر پڑھنے کا وہ اہتمام نہیں رہا جو پہلے تھا۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں فنِ تجوید کے اصول و مبادی بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے حصہ میں مرتب نے قرآن حکیم کی آخری اُنیس سورتوں کی تجویدی تحلیل کر دی ہے تاکہ بالعموم پڑھی جانے والی سورتوں کو صحت مخارج اور حسنِ ادا کے ساتھ پڑھا جائے۔ تجوید و قرأت کا فن سراسر عملی ہے۔ تاہم کتاب کا مطالعہ اپنے اندر افادیت کے متعدد پہلو رکھتا ہے۔ زبان و بیان اور اصطلاحات کا اغلاق جگہ جگہ موجود ہے۔ طباعتی معیار بھی متوسط ہے۔ (خ۔ح)